

Respected Urdu Lover,

Greetings and Welcome,

Our mission is to upload 1,001 Free Urdu Novels by 2010. You can help us by

- (1) Composing some pages of the upcoming Novels
- (2) Emailing this Novel to your 50 friends.

For more details please visit now: www.1001Fun.com

:: Our Special Thanks to ::

www.OneUrdu.com

www.PakStudy.com

www.UrduArticles.com

www.UrduCL.com

www.NayabSoftware.com

اردو پسندوں کو آداب اور خوش آمدید

ہمارا مشن دو ہزار دس (2010) تک ایک ہزار ایک (1,001) مفت اردو ناول آن لائن کرنے کا ہے۔ آپ اردو سے محبت کے اس مقدس مشن میں ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ ﴿1﴾ آئندہ ناول کے چند صفحات کی کمپوزنگ کر کے ﴿2﴾ یہ ناول اپنے پچاس (50) دوستوں کو ای میل کر کے ﴿2﴾ مزید تفصیلات کے لیے ابھی وزٹ کیجیے۔

www.1001Fun.com

تاریخ آغاز: 04062008
تاریخ اختتام: 04062008
اسکیننگ: ہانیہ (ہم سا ہوتے سامنے آ)

عید کا جوڑا

از

رفعت سراج

ہماری طرف سے آج بات بالکل ختم، سخی بات تو یہ ہے کہ مجھے ویسے بھی اسد کے لچھن پسند نہیں تھے۔ وہ تو دوسروں کے دباؤ میں آ کر میں نے ہامی بھر لی تھی۔۔۔ زمانے بھر کی لڑکیاں تو اسے گھیرے میں لیے رہتی ہیں۔ گھر سے زیادہ باہر رہتا ہے۔

بس کریں خالہ جان۔ اب آپ کو لچھن نظر آ رہے ہیں۔ اسد جیسا کوئی داماد شاید ہی آپ کو ملتا۔ اتنی انا بھی اچھی نہیں ہوتی۔۔۔ ایک طرح سے بزرگ سمجھ کر میں نے آپ کے پاؤں چھو لیے۔۔۔ آپ کو میری بات کا اعتبار ہی نہیں آیا۔۔۔ ایسی بیاعتباری کی فضا میں تو رشتے واقعی بیکار ہیں۔

افشاں بھابی بھی برامان کر کھڑی ہو گئیں اور نصیرہ بیگم منہ موڑے برابر پان چباتی رہیں۔ انہوں نے اجرک اٹھا کر لپیٹی۔

اچھا خدا حافظ۔۔۔ وہ باہر نکلنے لگیں تو برآمدے میں نیلو فر کھڑی نظر آئی۔۔۔ اس کا چہرہ پھیک پڑ چکا تھا۔ وہ ستون سے ٹکی جانے کہاں گم تھی۔

جارہی ہیں۔۔۔؟ اس نے اٹک اٹک کر بمشکل پوچھا تھا۔

ہاں بھئی۔۔۔ تمہاری امی جان کی یہی مرضی ہے۔۔۔ میں نے تو بہت کوشش کی انہیں سمجھانے کی۔ انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے دکھ سے کہا۔

مجھے تو ساتھ یہ بھی فکر ہے کہ اسد کو بری خبر کیسے سناؤں گی۔ اور چاند میاں تو شاید روہی پڑیں۔ یہ سن کر کہ اب تمہارا اور اس کا دیور بھابی کا رشتہ نہیں رہا۔۔۔ کاش خالہ جان ٹھنڈے دل سے

ناول کا آغاز

دیکھو دلہن۔۔۔ ننگے بھوکے نہیں ہیں ہم لوگ۔۔۔ اور نہ تمہارے ہاں کے عید کے جوڑے کے بنا میری بچی عید نہ مناسکی۔۔۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ خاندان کنبے میں ناک چوٹی کی فکر بھی کرنا پڑتی ہے۔ انہوں نے جھک کر پیک تھوکی اور گھٹنوں پر ہاتھ باندھ کر مزید تیز تیز منہ چلانے لگیں۔

خالہ جان میں نے آپ کو بتایا نا۔۔۔

بس دلہن۔۔۔ آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ ہماری طرف سے بات ختم سمجھو۔۔۔ سلامت گپڑی بہت۔ انہوں نے منہ پھیر کر جواب دیا۔

خالہ جان۔۔۔ افشاں بھابی نے حیرت سے ان کو دیکھا۔۔۔ ایک عید کے جوڑے کی وجہ سے۔۔۔

ہم نے دیکھا نہیں تھک کبھی عید کا جوڑا۔ اس لیے راہ دیکھتے رہے تمہاری۔۔۔ تمام چاند رات۔ انہوں نے جل کر کہا۔ اور پھر جھک کر پیک تھوکی۔

محض عید کے جوڑے کی خاطر؟

تمہارے لیے ہوگا وہ عید کا جوڑا۔ ہمارے لیے تو ناک چوٹی کا سوال بن گیا تھا۔

میں نہیں سمجھتی خالہ جان۔۔۔ افشاں بھابی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

دیکھو دلہن۔۔۔ اب بحث کی تو گنجائش ہی نہیں۔

نے پوچھا۔ عیدی کیسی آئی ہے۔۔۔ ابھی تک تو آئی نہیں آتی ہی ہوگی کہہ کہہ کر چاند رات بھی گزر گئی۔

وہ سہیل کی امی بھی بولی تھیں۔۔۔۔۔ دستور نہیں ہوگا ان کے ہاں۔۔۔

ارے سارے زمانے میں دستور ہے عیدی کا۔ یہ کیا غاروں میں رہتی ہیں۔ ارے میری کوئی ایسی کرکری کرے میں تو شکل نہ دیکھوں عمر بھر۔۔۔

بہانہ بھی کیا تو کیا۔۔۔۔۔ کہ چاند میاں انتظار کرتے رہے۔۔۔ کہ وہ رسالپور سے آجائیں تو عیدی لے کر جائیں۔ عید والے روز بھی چاند میاں نہیں پہنچے تو ہم سب بہت پریشان ہو گئے تھے۔۔۔ ہونہ۔۔۔ کھانے چاٹنے کے ڈھکوسلے ہیں۔۔۔ دیوروں پر جتاتی رہیں کہ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ تمہارے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔ ماں سے زیادہ چاہے پھا پھا کٹنی کہلانے۔۔۔ دیور تو ہیں نا سمجھ۔۔۔ کیا جانیں تریا چلتر۔

خدا کی پناہ۔ نیلو نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ کیا بنا دیا ہے امی جان نے افشاں بھابی کو۔ آگ ہی لگ جائے رسموں کو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔

سارے خاندان کا کہنا تھا۔۔۔۔۔ تھانیدار تو تھے عمر حیات خان مگر اثرات ان کی بیوی میں آ گئے تھے۔ گھر کے بچوں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر میں تھانیداری دیکھی تھی ایک مختصر سی رفاقت کے بعد عمر حیات خان ان کا ساتھ چھوڑ گئی۔ لیکن اس بیوگی میں بھی تھانیداری کا وہی عالم رہا۔

سوچ سکتیں۔

انہوں نے آزر دگی سے کہا اور اسکی پیشانی چوم کر اپنے بیٹے کو آواز دینے لگیں۔

ان کے جاتے ہی وہ اپنے کمرے میں گھس گئی اور نصیرہ بیگم شاید اسے سنانے کو اونچا بول رہی تھیں۔

ارے سمجھتے کیا ہیں یہ لوگ خود کو۔۔۔ اس قدر گئی گزری ہے میری بچی۔ اسد سے لاکھ اچھے رشتے جھولی پسا رے کھڑے ہیں۔۔۔۔۔ لو۔۔۔۔۔ ان کے نزدیک عید کا جوڑا کوئی بات ہی نہیں۔ چاند رات کو لوگ آتے رہے اور پوچھتے رہے کہ کیا کیا آیا ہے نیلو کی سسرال سے۔۔۔؟ ارے کس قدر ہٹی ہوئی نندوں کے سامنے۔۔۔ یہ نور افشاں سدا ننھی ہی بنی رہیں گی۔ خیر سے برسوں پرانی بیاہتا جروا ہیں۔ ابھی تک انہیں ریتیں رسمیں ہی نباہنی نہیں آئیں۔ اللہ بخشنے اس کی ساس کو۔۔۔ پانچ برس مگنی رہی۔۔۔ کیا تھا بھر بھر عید بخرد (بقر عید) پر جاتے تھے۔ انہیں نور افشاں کے گھر۔۔۔ دیور کی دفعہ میں ننھی بھولی بن گئیں کماؤ دیور ہے۔ اور یہ گنوں پوری۔۔۔ بیر چھواتی ہیں اور کمائی بھی اڑاتی ہیں۔ یہ گربھی کسی کسی کو آتے ہیں۔

تو، اللہ۔۔۔ اب یہ امی جان چپ بھی ہوں گی یا نہیں۔ لاتنا ہی بہتان طرازی پر نیلو کڑھ کڑھ کر بے حال ہو گئی تھی۔

کہہ رہی ہیں صرف عید کا جوڑا۔ ارے پتھر پڑی عقل ہے۔۔۔ اتنا نہیں پتا کہ مگنی کے بعد عید بخرد (بقر عید) پر سہیلیاں رشتے دار خصوصیت سے لڑکی کی عیدی دیکھنے آتے ہیں۔ جو آیا اسی

اس روز تاجور آپنی کے بڑے بیٹے کی سالگرہ تھی۔۔۔ انہوں نے اسے صبح ہی سے بلوا بھیجا تھا۔ وہ زرد پھول دار سوٹ میں ملبوس پسینے سے شرابور کام میں لگی ہوئی تھی۔ نصیرہ بیگم کی خوشدلی کی اجازت کیاملی وہ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر اور ایک سوٹ نکال کر بیگ میں رکھ کر بہنوئی کے ساتھ اسی حلیے میں گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اتنی عجلت خوف کا نتیجہ تھی۔ ماں کا موڈ بدل جانے کا خوف۔ کبھی کبھار ہی اسے خوشدلی سے باہر جانے کی اجازت ملتی تھی۔

تاجور کے ہاں بہت سارا کام بکھرا پڑا تھا۔ حالانکہ اس کی ساس نندیں بھی کام کاج میں مصروف تھیں۔ وہ بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگی۔ جب شام کو سارا گزر تیار ہو رہا تھا وہ کباب تل رہی تھی۔ کباب تل کر باہر آئی تو تاجور نے منٹ سے کہا۔

نیلی۔۔۔ جان۔۔۔ ذرا میری بیٹی کی زلفیں سنوار دو۔۔۔ میں ذرا مہمانوں کو دیکھ لوں۔۔۔

اور ہاں فٹافٹ تیار کر کے خود اور خود بھی تیار ہو کر آ جاؤ۔۔۔ شاباش۔۔۔

وہ تو عجلت میں باہر نکل گئیں۔ وہ بھانجی کو سامنے بٹھا کر اس کی منی منی پونی ٹیلیز بنانے لگی۔

اللہ۔۔۔ نونو۔۔۔ تمہارا بیال کتنے پیارے ہیں۔۔۔ اس نے چار سالہ بھانجی

کے ریشم ایسے بال نرمی سے ہاتھوں میں تھامے۔

نونو بنا جواب دیے اس کے گھٹنوں کے درمیان پھنسی کھڑی رہی۔

اس نے اس کے بال سنوار کر اس کی آنکھوں میں کاجل لگانا چاہا۔۔۔ نونو نے آنکھوں پر ہاتھ

رکھ لیے۔۔۔ نیلی خالہ۔۔۔ میں نہیں۔۔۔ اس نے ادھورے الفاظ سے انکار کیا۔

تین بیٹیاں تھیں۔ ارجمند، تاجور اور نیلوفر۔ دو بیٹیاں تو انہوں نے چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق بیاہ دی تھیں۔

بس اب نیلوفر گئی تھی۔۔۔ جس کے رشتے بچپن ہی سے آرہے تھے۔ لیکن ایک رشتہ انہیں اس بنا پر بہت پسند آیا کہ صرف تین بہن بھائی تھے۔ نہ ساس نہ سسر، نہ نند۔ یہ رشتہ ڈائریکٹ بیری پر پتھر تھا یعنی اس رشتے میں کوئی درمیان میں نہیں تھا۔

نصیرہ بیگم کی دور کی رشتے دار بہن تھیں جو تین بچوں کو وراثت میں چھوڑ کر دو بس پہلے گزر چکی تھیں۔ ساس کے مرنے کے بعد تمام ذمہ داری ان کی اولین بہنو اور افشاں پر آ پڑی تھی۔

تاجور کی سسرال اور نور افشاں کی سسرال کے درمیان۔۔۔ صرف دو میٹر کا فاصلہ بمشکل ہوگا۔ تاجور کی شادی کو سات برس ہونے کو آگئے تھے اور نیلو کبھی رات بہن کے ہاں نہیں ٹھہری تھی۔ اور نہ کبھی رجمند اپیا کے ہاں۔ اگر کبھی اس کا جی بھی چاہتا کہ کسی بہن کے ہاں ایک رات ٹھہر جا تو امی جان اسے نظروں سے روک لیتیں۔ واپسی پر جواز بھی پیش کر دیتیں۔

بھرے پرے سسرال میں رہتی ہیں تمہاری بہنیں۔ اگ گھر ہوتا تو دوسری بات تھی۔ تاجور۔ ارجمند کے گھر والے ہیں لیکن تمہارا ان سے کوئی رشتہ نہیں۔ زمانے بھر کے جوان کنوارے رشتے دار بچے کد کڑے مارتے پھرتے ہیں۔۔۔ ان کے ہاں۔

بات ہی ایسی ہوتی کہ وہ کچھ نہ کہہ پاتی۔ ہمیشہ کی طرح خاموش ہو رہتی۔

کی دونوں اور ملازمہ کے ساتھ چیزیں اٹھوانے لگی۔ برتن وغیرہ بھی سمیٹے جا رہے تھے۔ اس نے کوارٹر پلیٹوں کا ایک ڈھیر اٹھالیا۔ اور ان ہی پلیٹوں پر چمچوں سے بھرا ہوا ایک پلاسٹک کا ڈونگہ بھی رکھ لیا۔ پیٹری کی طرف مڑتے مڑتے پلیٹیں غیر متوازن ہو گئیں۔ وہ گھبرا کر انہیں سنبھالنے کی کوشش میں حواس باختہ سی نظر آنے لگی تھی۔

اسی وقت کوئی نیکی کافرشتہ آگے بڑھا اور تقریباً آدھی پلیٹیں ڈونگے سمیت اچک لیں۔ اس نے فرشتے کی شکل دیکھی تو بری طرح گڑ بڑا گئی۔

آپ اپنی ٹانگوں سے زیادہ کام لیں گی تو ٹانگوں پر ٹیکس زیادہ لگے گا غالباً۔

جی۔ جی۔؟؟؟ وہ اسکی بات نہ سمجھ سکی۔ مارے پریشانی کے جی۔ جی کر کے رہ گئی۔

بھئی ایک مرتبہ میں اتنے سارے برتن اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کام دو جکروں میں بھی تو ہو سکتا تھا۔

وہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی میں چلتے ہو بولا۔

اس نے برتن رکھ کر اپنی دانست میں اس سے چھپ کر اپنے دوپٹے سے پریشانی پر چمکتے پسینے کے قطرے صاف کیے تھے۔

اس کے بعد اکثر تاجور نصیرہ بیگم سے خفیہ باتیں کرتی پائی گئیں۔ نور افشاں نے بھی جلد جلد حاضری دینا شروع کی۔ اور ان تمام معمولوں کا حل ایک روز نکل آیا۔ جب نور افشاں نے ایک سادہ سی تقریب میں اس کی انگلی میں خوبصورت سی انگوٹھی پہنا کر اپنے دیور کی امانت بنایا۔

جنگلی ہو۔۔۔ اتنی پیاری لگتی ہیں آنکھیں۔۔۔۔ اس نے ہتھیار ڈال کر اسے گھٹنوں کی قید سیآ زاد کر دیا۔ محبت بھری سوجوں کے بیچ مسکراتی نیلوفر کا چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ جلدی سیتیا رہونے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی مگر بری طرح سٹپٹا گئی۔

سامنے سفید کرتے پائنجامے میں ملبوس کنجی آنکھوں والا شخص بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ زرد قمیص اور ہمرنگ ہی چست پائنجامے میں اس کا قامت بجلی کی طرح کوندا تھا۔ عمر کی بہاروں نے اپنے تمام تر دلکش رنگ اسے دے ڈالے تھے۔

اس نے مڑ کر دوپٹہ اٹھایا اور گھبرا ہوا انداز میں راہداری میں غائب ہو گئی تھی۔ الجھے ہو بالوں والی چوٹی ابھی بھی وہیں جیسے ہلکورے لے رہی تھی۔

وہ جلدی جلدی تیار ہو کر ڈرائیونگ روم میں آئی تو تاجور نے مسکرا کر نئے لوگوں سے اس کا تعارف کرایا۔

فیروزی کرتے شلوار۔ سادہ سی چپل اور چاندی کی جھمکیاں پہنے وہ محفل میں واحد مؤنث تھی جس کا چہرہ میک اپ کی آلائش سے پاک تھا۔

شرمائی شرمائی۔ دبی دبائی سی۔ کتنے لوگوں نے ستائش بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ نور افشاں تو گویا اسے نظروں ہی میں لیے بیٹھی تھیں۔ حیلے بہانے سے کوئی نہ کوئی بات کرنے لگتیں۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی اسے مل چکی تھیں۔

جب ریفریشمنٹ کی فارمیٹی پوری ہوئی اور مہمان۔ خوش کپیوں میں مصروف ہو گئے تو وہ تاجور

اس نے ماں سے اپنے جذبات چھپا اور روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔ تاجور، میاں کے ساتھ ہانپتی کانپت؛ رات ہی کو آلیں ماں کے ساتھ مخصوص رکھ رکھاؤ کی وجہ سے وہ جذباتی تو نہ ہوئیں البتہ رسائیت سے ماں سے معاملہ دریافت کیا۔

جنہوں نے تمہیں خبر پہنچائی۔ وجہ نہیں بتائی؟ انہوں نے کڑے تیوروں سے بیٹی کو دیکھا۔

امی جان۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں۔ یہ تو میرے علم میں بھی ہے کہ ان کے ہاں چاند میاں کی وجہ سے سجد پریشانی رہی۔ چاند میاں نے فون پر کہا تھا کہ وہ۔ چاند رات کو ہر حال میں گھر پہنچیں گے۔ چاند میاں کو لے کر آنا تھا۔ جوڑا۔ عیدی وغیرہ۔ ان کے ہاں سب تیاری تھی۔ چاند میاں کے دوست انہیں اپنے ہاں لے گئے۔ وہاں ان کو سخت بخار آ گیا۔ اب گاؤں میں فون بھی نہیں تھا کہ اطلاع ہو جاتی۔

عیدی رات کی رات میں نہیں آتی۔ تم نے تو ان کا پھونکا کھا رکھا ہے۔ مگر مجھ پر اثر نہیں ہوتا ان باتوں کا۔ سنا۔ چاند میاں دیور ہیں۔ دلہن کے۔ ساس نہیں ہیں۔ تمہاری بڑی پھوپھی کوئی موقع جانے دیتی ہیں جی جلانے کا؟ کیسی بات مار کر گئی تھیں۔ کہ شادی سے پہلے ہی لڑکی کا اتنا خیال ہے۔ بیاہ کر لے جائیں گی تو پاؤں کے نیچے ہاتھ دھرا کریں گی۔

تمہاری منجھلی پھوپھی کتنا سہر ہوئی تھیں رشتے کے لئے۔ خوب جتا کر گئیں۔ کہ بھابی جان۔ بھلے گھر لڑکی کا رشتہ کیا ہے۔ عید تہوار پر خبر تک نہیں لیتے۔

امی جان۔ پھوپھیوں نے ہماری آپ کا دل جلا یا۔ سزا ان بیچاروں کو کیوں؟

اس نے بھی ایک خوبصورت سا تصور اسد سے وابستہ کر لیا۔ اسے ان کی وہ پرشوق اور شریہ نظریں بار بار یاد آئیں۔ جب بھابی اسے انگوٹھی پہنارہی تھیں تو سرگوشی میں بولیں۔ اسد نے کہا تھا میری طرف سے ایک جملہ تحفے میں دے دیجیے گا۔ وہ آیا۔ اس نے دیکھا۔ اس نے فتح کر لیا۔

بارحیا سے اس کی پلکیں رخساروں پر لرز کر رہ گئی تھیں۔

ماں نے اسے ہمیشہ حقیقت کے کانٹوں پر چلنا سکھایا تھا۔ وہ اس کی نظروں کو بچھا چھاگا تھا مگر سپنوں سے حتی الامکان پرہیز کیا تھا۔ اب جو بن مانگے بہت کچھ جھولی میں آگرا تو اس پر ٹوٹ کر نکھار آیا تھا۔ نصیرہ بیگم نے تو شاید کبھی محسوس ہی نہیں کیا تھا کہ اس میں کیا کیا نئی تبدیلیاں آئی ہیں۔ پہلے ہی اس کا حسن دو چند تھا ان کی نظر میں۔ ایک مامتا کی نظر کا حسن۔ دوسرا اس کا قدرتی ملکوتی سا حسن۔

لیکن اسے یہ خوشی راس نہ آئی۔ آج جب وہ سونے لیٹی تو نصیرہ بیگم اوپر کرداروں کے ہاں گئی ہوئی تھیں۔ جب وہ جاگی تو ان کی فیصلہ کن آوازیں اس کا دل دہلا گئیں نور افشاں کا منت کرنے کا انداز۔ پشیمانی کا انداز۔ عید کا دوسرا دن تو تھا۔ وہ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر چا بنانے کے لیے کچن کی طرف آئی ہی تھی کہ افشاں رخصت ہوتی نظر آئیں۔ وہ ماں کی انا کے پل صراط پر سفر کرتی افشاں کی طرف بڑھی تھی۔ اس کیدل کو کچھ ہونے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ معمولی رسمیں بھی بعض اوقات سولی پر چڑھا دیتی ہیں؟

رہی ہوں جا کر ان کے؟ وہ چڑسی گئی۔ بولی تو نہیں۔ سوچ کر ہی رہ گئی۔
وہ گاؤں سے منشی جو حساب کتاب لکھ کر لایا تھا اسے دیکھ لو۔ نصیرہ بیگم نے اس کا دھیان اس
طرف سے ہٹانا چاہا۔

دیکھ لوں گی۔ میرا جی نہیں چاہ رہا بھی۔ وہ بددلی سے کہہ کر رسالہ لے کر لیٹ گئی۔
نصیرہ بیگم نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر جانے کیا سوچ کر برآمدے میں بچھے تخت کی
طرف بڑھ گئیں۔

شام گئے ساتھ والوں کا چھوٹا بیٹا پھر آدھمکا۔

نیلی آپا۔ تاج آپنی کا فون آیا ہے۔ آ کر سن لیں۔

نصیرہ بیگم نے پیشانی پر سینکڑوں بل ڈال کر بچے کی طرف دیکھا۔

تاج سے کہہ دو۔ پہنچ جائیں گے شادی والے دن۔

وہ جو فون سننے کا ارادہ کر کے اٹھ ہی رہی تھی دھم سے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

تاج کی منجھلی نند شاہانہ کی شادی تھی۔ نیلوفر کی اس سے گاڑھی چھنٹی تھی۔ تاجور کی شادی ہونے
تک وہ گہری سہیلیاں بن چکی تھیں۔ سات آٹھ برس پرانی دوستی تھی۔ اس وقت تو دونوں
بچیاں ہی تھیں۔ اس کا تو تاج کی طرف جانا ہی کم ہوتا تھا۔ مگر وہ تاج کے ساتھ اکثر آتی تھی۔

اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا وہ اڑ کر وہاں پہنچ جا۔ مگر ماں کی سخت گیری کے سبب جل کڑھ کر
بیٹھ رہی تھی۔

ارے تو انہوں نے ہی تو موقع دیا کہ میری نندیں مجھے یہ سب سنا کر گئیں۔ اور بھئی ان کا کہنا
بھی ٹھیک۔ عید تہوار پر بینیازی کا یہ عالم۔ ان موقعوں پر تو ننگے بوچے بھی خوشی کر لیتے ہیں۔
امی جان۔ بتایا ہے ناں کہ وہ چاند میاں۔

چاند میاں۔ چاند میاں۔ سا سے بڑھ کر ہو گئے چاند میاں۔ بس کرو تاج۔

تاج کے میاں نے بھی ساس کو ذرا سمجھانا چاہا۔

دیکھو بھئی۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ والا معاملہ ہے اس موضوع پر کوئی مجھ سے کلام نہ کرے۔

نیلو۔ چالاؤ بھئی۔ اتنی دیر سے بہن بہنوئی آ بیٹھے ہیں۔

انہوں نے گویا گفتگو ختم کرنے کا اعلان کیا۔

دیوار سے ٹکی کسی اچھے نتیجے کی منتظر نیلوفر جلدی سے پکن کی طرف بڑھ گئی تھی۔



ساتھ والوں کے ہاں پھر تاجور کا فون آیا تھا کہ نیلوفر کو بھیج دیں۔

مگر نصیرہ بیگم نے سختی سے منع کر دیا تھا۔

جب تک افشاں کے دیور کی کہیں ہونہیں جاتی تم وہاں نہیں جاؤ گی۔

یہ لو۔ یہ اچھی مصیبت۔ وہ کڑھ کر رہ گئی۔ اب بہن کے ہاں جانے پر بھی پابندی۔ منہ میں گر

سمجھ میں نہیں آتی اس لڑکی کے۔۔۔ حالانکہ سمجھ رہی ہوگی کہ میں نیلو کو کیوں نہیں بھیج رہی۔
تو امی جان۔۔۔ یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ یہ پابندی کیا معنی۔۔۔؟ اگر ان کی شادی
ساری عمر نہ ہوئی تو میں ساری عمر بہن کے ہاں نہیں جاؤں گی؟
آحروہ کہہ ہی گئی۔

نصیرہ بیگم کے تلوؤن میں لگی سر پر بچھی۔۔۔ وہ تیز تیز تنفس کے دوران اسے گھورتی رہیں۔ انہیں
اس کے لہجے سے بغاوت کی بو آئی۔
ہاں، ساری عمر نہیں جاؤں گی۔۔۔ اور ساری عمر شادی کیوں نہ ہوگی اس کی؟ کیا سنیاں لے لے
گا تمہاری خاطر؟

اشتعال میں ان کے منہ سے نہایت نازیبا بات نکل گئی۔

کیا پتا۔ وہ بھی جل کر بڑ بڑائی۔ حد سے زیادہ پابندیاں بھی برداشت کے بند توڑ دیتی ہیں۔
عید کا جوڑا نہ ہوا مصیبت ہو گیا۔ اتنی سی معمولی بات کے چپھے۔ وہ بڑ بڑاتی ہوئی کمرے میں گھ
گئی۔۔۔ بول تو گئی تھی۔۔۔ حالانکہ دل اندر ہی اندر لرز کر رہ گیا تھا۔ اس نے شاہانہ (تاجور کی
نند) کے شادی کے کیا کیا پروگرام بنا رکھے تھے۔

نصیرہ بیگم نے گوگی کی زبان کیا دیکھی انہیں تو گویا سانپ سونگھ گیا۔ کبھی گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیتیں۔
۔۔۔ کبھی۔۔۔ جھک کر پیک تھوکتیں۔۔۔ کبھی گاؤ تکیہ ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھ دیتیں۔ عجب
اضطراری کیفیت تھی۔ معاً انہوں نے پاؤں سلپس میں پھنسا۔ سر پر سفید چادر اوڑھی۔۔۔ اور

بھئی۔ جب منگنی توڑ دی تو کیا تعلق رہ گیا۔ نہ لینا ایک نہ دینا دو۔
تاج کے ہاں ان سب کا بہت کھلا انا جانا ہے۔ میرے دل کو یہ بات نہیں بھائی کہ تم وہاں ان
لڑکوں کے سامنے پڑو۔ یہ عجیب منطق تھی ان کی۔
وہ ماں سے جل کر بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر جوش پر ماں کا خوف غالب آ گیا تھا۔
وہ سوچ سوچ کر دل مسوس رہی تھی۔۔۔۔۔ وہاں کتنا مزا آ رہا ہوگا۔ کتنا ہلا گلا کر رہے ہوں
گے سب۔ ارجمند اپنا بھی پہنچ چکی ہوں گی۔ آج تو مائیوں ہے نا۔ میری تو قسمت ہی خراب
ہے۔ وہ خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔

نصیرہ بیگم نے اس کی خاموشی کی گہرائی کو محسوس کیا تھا۔ سلام پھیر کر انہوں نے اسے آواز دی۔
ارے۔۔۔ نیلو۔۔۔ عشاء کی نماز پڑھ لی۔۔۔؟

پڑھ رہی ہوں امی جان۔۔۔ وہ خود پر قابو پا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
اگلے روز دو پہر کو تین بجے تاجور نے پھر فون کے ذریعے اسے بلوا بھیجا۔ وہ فون سننے اور ماں کا
شکوہ بہن سے کرنے کو بیتاب ہو رہی تھی۔ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
ارے بیٹا۔۔۔ جاؤ تاج آپ سے کہہ دو آ جائیں گے۔ ہفتہ پڑا ہے شادی میں۔

میں فون تو سن آؤں آپ کی۔ وہ برہمی چھپاتے ہو بولی۔
کیا ضرورت ہے جب کہلا بھیجا ہے۔۔۔ اور یہ تاج۔۔۔ اس لڑکی کے انداز نہیں بلدیں گے۔
پرسوں سے فون ہی کھڑکا جا رہی ہے۔۔۔ اسے گھر میں کام ہی نہیں کوئی۔ ایک مرتبہ کی بات

اکرم

جی خالہ جان۔۔۔

اس سے کہو۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں کپڑے دھونے کی۔

اوہ خدا۔۔۔۔۔ امی جان تو سخت خفا معلوم ہوتی ہیں۔ ان ڈائریکٹ بات کر رہی ہیں۔ اس نے مشین واپس اسٹور میں دھکیل دی۔

پھر وہ اپنی قمیص سینے پیٹھ گئی کہ شادی میں شاید چلے ہی جائیں۔۔۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد باہر شور غل سنائی دیا۔

وہ کچھ سمجھ نہ پائی تھی کہ تاجور اور افشاں بھابی کو دیکھ کر بہہ بکا رہ گئی۔

افشاں نے اس کے سر پر سرخ آنچل ڈال دیا۔

کپڑے سل رہے ہیں بنو؟

اکرم بڑی بیٹھک کا دروازہ کھول دو۔ امی جان کی پر جلال آواز اس کے کانوں نے سنی۔ اب وہ جو اس باختہ سی نظر آنے لگی تھی۔ قینچی اس کے گھٹنے کے نیچے چھ رہی تھی۔ مگر وہ اس چھین تک سے بیزار تھی۔

افشاں نے اسے گلے سے لگا کر اس کا رخسار چوما۔

پریشانی کی کوئی بات نہیں میری جان۔ بعد میں سب غصہ و صہ اتر جاتا ہے۔ تم دیکھنا۔۔۔ فی الحال تو ہم سے یہ اچانک ملنے والی خوشی نہیں سنبھل رہی ہے۔

باہر نکل گئیں۔

نیلو نے ماں کو جاتے دیکھا۔ کچھ سمجھ نہ سکی۔ پائیپ لگا کر بڑے آرام سے برآمدے کا فرش دھونے لگی۔ دل کو ذرا ڈھارس ہوئی کہ امی جان کچھ بولیں نہیں۔ ورنہ وہ تو اندر ہی اندر ڈر رہی تھی۔ کہ اب بم پھٹا۔ اب پھٹا۔

جوڑا باندھ کر کپڑے سمیٹ کر وہ فرش دھونیمیں مگن ہو گئی۔

تھوڑی ہی دیر میں نصیرہ بیگم واپس آ گئیں اور آتے ہی آواز دی۔

اکرم۔) کرداروں کا بڑا لڑکا)

جی خالہ جان وہ اوپر سے جھانکا۔

نیچے آؤ۔

وہ تیزی سے بھاگتا ہوا چلا آیا۔

جاؤ۔ شبیر) دودھ والا) سے کہو۔ خاں صاحب کی بیگم کہہ رہی ہیں دس سیر دودھ کا انتظام کر دے۔

دس سیر دودھ۔ جھاڑو ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ وہ ہونق سی ہو گئی۔۔۔ دودھ سے غسل ہوگا کیا۔۔۔؟ اس نے جھاڑو واپس اٹھا کر ٹھونکی۔

فرش دھو کر اس نے کپڑے دھونے کے لیے۔۔۔ مشین لگنا جا ہی۔ اسی وقت اکرم اندر داخل ہوا۔

تاجور کو اس پر ٹوٹ کر پیار آ گیا۔

اچھا اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ پتا ہے امی جان نے پہلے افشاں بھابی کو فون کیا کہ شام پانچ بجے آجائیں اور نیلوفر کو رخصت کرا کے لے جائیں۔۔۔ آج اور صرف آج۔ آج نہیں تو پھر کبھی نہیں۔ ساری عمر اسی چوکھٹ پر بٹھا رکھوں گی اور کہیں رشتہ نہ کروں گی۔ نہ تمہارے ہاں نہ اور کہیں۔ اس لیے کہ اس کے منہ سے تمہارے گھر کا کلمہ نہیں چھٹتا۔۔۔ مجھے تو افشاں بھابی نے بتایا۔ وہ تو مارے خوشی کے دیوانی ہو رہی ہیں۔ جب امی نے انکار کر دیا تھا بہت روئی تھیں میرے پاس آ کر۔۔۔ وہ تو شکر کرو بھلے لوگوں میں امی جان نے اپنی انا کی انتہا دکھائی ہے۔ کوئی دوسرے قسم کے لوگ ہوتے تو گزر مشکل ہو جاتی۔

تم فکر نہ کرو۔ ماں ہیں۔ اس وقت سلگ رہی ہیں کہ تم نے ان کی مرضی کے خلاف سوچ کا اظہار کیا۔ بعد میں جب ابا ل اتر جا گا تو سب ٹھیک ہو جا گا۔ بہت چاہتی ہیں تمہیں۔۔۔۔۔ حالانکہ غلط طیرے سے مل رہا ہے۔ مگر ایسا گھرانہ مشکل ہی سے نصیب ہوتا ہے۔ بہت ہی اچھے لوگ ہیں۔ دن رات کا آنا جانا ہے ہمارا۔۔۔

انہوں نے ڈر اور خوف سے ہنکتی نیلوفر کو ساتھ لگا کر محبت سے تسلی دی۔

آپ کو نہیں معلوم۔۔۔ امی جان اپنی انا کے پیچھے جان بھی دے سکتی ہیں۔ وہ مجھ سے کبھی بات نہیں کریں گے۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔

بے کاری کی باتیں مت کرو نیلی۔۔۔ اتنا مجمع اکٹھا ہو رہا ہے تماشا بناؤ گی۔ امی جان کے مزاج کا

ہائیں۔۔۔ اس کے خاک پلے نہیں پڑا۔

ارے مزے کی بات بھی سنو۔۔۔ اسد تو حیدر آباد گئے ہو ہیں ان سیکہ دیا ہے کہ وہ فوراً سیدھے سسرال پہنچ جائیں ورنہ لیٹ ہو جانے کی صورت میں وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ ویسے اتنی زیادہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ خالہ جان نے الٹی میٹم دے دیا ہے۔ آج کی تاریخ میں تمہیں اپنے گھر لے جائیں۔ اسد نہ بھی پہنچے تو بغیر نکاح کے لے جائیں گے۔ نکاح وہیں ہو جا گا۔ وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑیں۔

ویسے تم تو بڑی نمبر دار نکلیں بھئی۔

انہوں نے شرارت سے اس کے گلے میں بازو ڈال کر اپنے ساتھ لگا کر بڑے انداز سے اسے گھورا۔

تاجور۔۔۔ کے چہرے سے فکر مندی منسرح تھی۔ وہ بہانے سے افشاں کو باہر لے گئی۔ خود نظریں بچا کر کمرے میں چلی آئی۔ پیچھے سے دروازہ بند کر لیا۔

اس نیلی کی بچی۔۔۔ کیا ڈرامہ ہے یہ؟ انہوں نے اس کا کندھا ہلایا۔

وہ جواب کچھ کچھ سمجھ رہی تھی کندھے سے ٹک کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ اور من و عن ساری کتھا کہہ سنائی۔

خدا کی قسم آپ۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ امی جان یہ قدم بھی اٹھا سکتی ہیں۔ اس میں زیادہ قصور آپ کا ہے۔ کیوں کر رہی تھیں بار بار فون۔۔۔ جب ہی تو مجھے غصہ آ گیا تھا۔

امی جان۔ ارجمند نے پھر ان کی خوشامد کی۔

دیکھو ارجمند میری قوت برداشت کو مت آزماؤ۔

ارجمند نے محسوس کر لیا کہ۔۔۔ قطعاً گنجائش نہیں۔۔۔ وہ چپ چاپ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

اور ہاں سنو۔۔۔ انہوں نے بیٹی کو پکارا۔

ارجمند تعجب سے انہیں دیکھنے لگیں کہ اب کیا ہو گیا۔

اس کی شادی کی نیت سے جو کچھ جمع کیا تھا۔ وہ پیچھے پیچھے پہنچ جا گا۔ یہ اس کے حصے کی زمین کے کاغذات ہیں۔ تم دونوں کو تمہارا حصہ دے چکی ہوں۔ رہ گیا یہ مکان تو جب مرنے لگوں گی تو تینوں کے حصے کر جاؤں گی۔

یہ کاغذات نورافشاں کو دے دو لے جا کر۔۔۔ کہہ دو کہ ہم خاندانی عزت دار لوگ ہیں۔ بیٹی عزت سے بیاہیں یا غصے میں۔۔۔ خالی ہاتھ نہیں بیاہتے۔

وہ اپنے خاندانی ہونے کا تذکرہ کرنا پھر نہیں بھولیں۔ اور ارجمند کو وہیں گم صم چھوڑ کر باہر نکل گئیں۔

نیلو فر نے میک اپ کرنے سے سختی سے انکار کر دیا۔ تاجور نے بھی اس کی حالت کے پیش نظر مزید اصرار نہ کیا۔ نورافشاں کا بلاؤز اس کے گدرا جسم پر بالکل فٹ آ گیا تھا۔۔۔ اور نورتن کا سیٹ پہن کر وہ ایسی روپ متی بنی کہ تاجور اور ارجمند نے اس کے ڈھیروں پیار لے ڈالے۔

اچھے سے ہوٹل سے بہترین بریانی، تورمہ شیرمال آگئے کھیر گھر پر تیار ہوئی۔ رخصتی کے وقت ذرا

کس کو نہیں پتا۔ بولو؟

ارے تاج۔۔۔ بھئی باہر نکلو۔ اندر ہی کی ہو کر بیٹھ گئیں۔

باہر سے ارجمند اپنی آواز آئی۔ تاج نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ساتھ ہی بہن کو اشارہ کر دیا کہ نیلو سے کوئی سوال جواب نہ کریں۔ ارجمند ہونق سی ہو گئیں۔ دلہن سوئی، دھاگہ، قینچی لیے مشین کے سامنے بیٹھی دھواں دھار رو رہی تھی۔ اور حلیے سے صاف ظاہر تھا کہ نہائی دھوئی بھی نہیں۔ تاجورز بردستی اسے ہاتھ روم تک لے کر گئیں۔ وہیں دروازے میں کھڑے کھڑے اس کی چوٹی کھولی۔ اور جلدی۔۔۔ غسل۔۔۔ سے فارغ ہونے کی تنبیہ کی اور چور نظروں سے ماں کو دیکھتی اس کے سامان کے پاس آ گئیں جو ایرجنسی میں افشاں بھابی لائی تھیں۔ ساڑھی وہ ابھی آتے ہو خرید لائی تھیں۔ ساتھ ساتھ میک اپ کا سامان بھی اور اپنا سیٹ اٹھا لائی تھیں اور ایک سینڈل کا جوڑا جو اسکی عیدی میں مل تھا۔

وہ عیدی جو نصیرہ بیگم نے لینے سیا نکا کر دیا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹے کا الٹی میٹم تھا جس میں یہی کچھ انتظام ہو سکتا تھا جب وہ سچھے کے نیچے بیٹھی بال سکھا رہی تھی۔ غلغلہ اٹھا۔ دولہا میاں سفید شلوار قمیص میں قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔ مغرب سے صرف چند منٹ پہلے نکاح ہوا۔ وہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی۔ ارجمند نے ماں کی خوشامد کی کہ اس وقت تو اس کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے بیٹی کو گھورا۔

جن سے نانا ٹوٹنے کا اسے قلق تھا۔ وہ اسے بیاہ لے جا رہے ہیں۔ کیوں رو رہی ہے اب؟

تم جا کر میرے کمرے کے ہاتھ روم میں۔۔۔ حیدر آباد کی گرد اتارو۔۔۔ دیکھیں بھابی۔۔۔ میں چندے کے سامان سے دولہا نہیں بنوں گا۔۔۔ اسد کی شوخ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔ ساتھ ہی بیتا شافلک شگاف قہقہے۔۔۔ ارے جا بھی چکواب۔۔۔ اسی دم بھابی کمر بیٹیں داخل ہوئیں۔ غالباً وہ وارڈ روب سے اسد کے کپڑے نکال رہی تھی۔ وہ سوتی بن گئی تھی۔ وہ سوٹ ہاتھ میں تھامے تھامے اس کے قریب آ گئیں۔ سونا منع ہے۔۔۔ کسی کی محنت رائیگاں چلی جاگی۔ کم از کم خواب نما حقیقت کو محسوس کر لینے دو۔۔۔ کہہ رہے ہیں موصوف یقین نہیں آ رہا بھابی۔۔۔ ذرا اچھا سی یقین دلا دینا۔۔۔ وہ جھکیں اور اس کے رخسار کو چوم لیا۔۔۔ اس نے کوئی تاثر اپنے چہرے پر نہیں آنے دیا۔ اسی طرح لیٹی پلکیں جھپکاتی رہی۔۔۔ اس کی نظروں کے سامنے صرف ایک چہرہ گردش کر رہا تھا۔۔۔ نصیرہ بیگم کا چہرہ۔۔۔ نور افشاں نے کچھ رسمیں کیں۔۔۔ چاند میاں نے جو منگنی ٹوٹنے کے بعد سے خود کو گناہگار تصور کر رہے تھے۔ خوب خوش ہو ہو کر ہرزوے سے دلہن بھابی کی تصویریں بنائیں۔ رات کے پونے دو بج رہے تھے جب اسد نے کمرے میں قدم رکھا۔ انہیں اپنی۔۔۔ انوکھی شادی بہت پسند آ گئی تھی۔ ڈھیروں ڈھیر مصنوعی پن سے پاک۔۔۔ بھابی اسے چونکا کر گئی تھیں۔۔۔ وہ رخ موڑے سانس رو کے بیٹھی تھی۔۔۔ گویا اسد نہ ہوں

کی ذرا نصیرہ بیگم آئیں۔ سب باہر چلے گئے۔۔۔ کوئی اپنے بچوں کا برا نہیں چاہتا۔ لیکن دنیا میں خونی رشتوں کے علاوہ عزت و وقار بھی اپنی جگہ اہم ہیں۔۔۔ تم کیا سمجھتی ہو ہم نے بلا وجہ منگنی توڑ کر تماشا بنا چاہا تھا۔۔۔؟ نہیں ضرورت ہمیں ایسی اولاد کی جو ہماری ذات پر شک کرے ہماری محبت کو نہ پہچانے۔۔۔ جن لوگوں سے رشتہ ٹوٹنے پر تم رنجیدہ تھیں اور جن کی خاطر تم نے زندگی میں پہلی مرتبہ میرے سامنے زبان کھولی اب تم انہیں لوگوں میں رہو۔۔۔ ہمیشہ کے لئے آج سے تم میرے لیے اور میں تمہارے لیے مر گئی۔ نیلوفر تو ان کا یہ اجنبی انداز دیکھ کر وہیں ڈھے گئی۔ ہر بات اس کے تصور سے کہیں زیادہ تھی۔ آہ۔۔۔ وہ بات جو اس نے معمولی جان کر کہہ دی تھی۔۔۔ کیا اتنی بڑی تھی؟ اسے یہ سوچ کر ہی چکر آ گئے تھے۔ وہ اسد کے بیڈ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ ذہنی طور پر بالکل غائب تھی۔۔۔ باہر سے شور کی آوازیں آرہی تھیں۔ ارے اسد۔۔۔ بھئی وہ اپنا ڈزسوٹ پہن لو۔۔۔ ارے۔۔۔ رے ٹھہرو۔۔۔ تم اس حلیے میں کمر بیٹیں مت جاؤ وہ دوبارہ بیہوش ہو جاگی۔۔۔ میں تمہارا سوٹ لاتی ہوں۔ چاند میاں۔۔۔ تم وہ اپنی سرخ ٹائی نکال کر لاؤ۔۔۔ اور وہ وہاٹ شرت تمہارے بھائی جان کی۔۔۔ میں نے پریس کر کے لٹکائی تھی۔ وہ بھی لے آؤ۔۔۔ اور

طرح۔۔۔ آپ ہی کے حوصلوں سے سہی۔۔۔ وہ شرارت سے مسکرا۔
اور نیلو فر کا خون جیسے ابل پڑا۔۔۔ اس نے پاؤں نیچے لٹکا کر آہستہ سے کہا۔۔۔
آپ ہوں گے خوش۔۔۔ میں تو نہیں ہو سکتی۔
وہ کیوں۔۔۔؟ انہوں نے نیوٹ اتارتے ہو جیرانی سے پوچھا۔۔۔
آپ کی شادی پر آپ کی امی آپ سے ناراض ہو تیں تو پتا چلتا۔۔۔ اس کی آواز پر آنسو غالب
آگئے۔۔۔
بھئی یہ تو آپ کو پہلے سوچنا چاہیے تھا۔۔۔ اسد نے پھر شوخ انداز میں چھیڑا۔
میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔۔۔ پتا نہیں آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔۔۔ اس نے رومال
سے آنکھیں صاف کیں۔۔۔
تب اسد سنجیدہ ہو گئے۔۔۔
نیلو فر۔۔۔ آج ہماری زندگی کی ابتدا ہے قطعی غیر متوقع سہی۔۔۔ لیکن ہمیں شروعات سچ اور
اعتماد سے کرنا چاہیے۔۔۔ ابھی تک تو سب مذاق تھا۔۔۔ لیکن یہ میرے ذہن میں تھا کہ میں تم
سے حقیقت ضرور معلوم کروں گا۔ ہو سکتا ہے بات مجھ تک صحیح صوت میں نہ پہنچی ہو۔۔۔ ٹھیک
ہے نا۔۔۔؟
کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ حقیقت کیا ہے۔۔۔؟
وہ قہقہے کے اوپری بٹن کھولتے ہو اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔۔۔

ملک الموت ہوں۔۔۔
دیکھیں جی۔۔۔ ایک شرط پر آپ کو ایک خوشخبری سنائیں گے۔۔۔ وہ یہ کہ آپ نظریں اٹھا کر
ایک نظر ہماری جانب دیکھ لیں۔ یہ مت سمجھیے گا کہ ہم اپنی خوبصورتی و دلکشی کی داد چاہ رہے
ہیں۔۔۔ وہ تو آپ اب ساری عمر ہی دیتی رہیں گی۔۔۔ بس ایک درخواست ہے پلیز۔۔۔
اسد کی بھاری جذبات سے لبریز آواز نے اس کا تنفس تیز کر دیا۔
اگر آپ ہماری درخواست مان لیں تو یقین کریں بہت اچھی خوشخبری سنائیں گے۔۔۔
نیلو فر نے اپنی آنسوؤں سے بھیگی حسین پلکی ایک لمحے کے لئے اٹھائی تھیں وہاں آنکھوں میں
جانے کیا تھا۔۔۔ وہ تاب نہ لاسکی تھی۔۔۔ فوراً پلکوں کی جھلک لگتی تھی۔
شکر یہ۔۔۔ اس کی نظریں شوخی سے مسکرا رہی تھیں۔
خوشخبری یہ ہے کہ ہم آپ کو ہلال جرات دے رہے ہیں۔ ہم جلدی میں غسل تک بھول گئے
تھے کہ بڑا سخت پروٹوکول تھا لیکن یہ تمغہ امتیاز با الفاظ دیگر یہ ہلال جرت لینا نہیں بھولے۔
نیلو فر نے بیساختہ نظریں اٹھا کر اسد کی سمت دیکھا۔ اس کی انگلیوں کے نیچے چاند تارے کے
ڈیزائن کا چھوٹا سا ٹیکہ جھول رہا تھا۔
اس نے نظریں واپس موڑ لیں۔ اسد نے سر سے ساڑھی کا آنچل کھکا کر ٹیکہ اس کی پیشانی پر
سجا دیا۔۔۔
آپ جانتی ہیں نیلو فر۔۔۔ آج ہماری زندگی کی سب سیڑھی آرزو پوری ہوئی ہے خواہ کسی

پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

آپ کو پتا ہے انہوں نے رخصتی کے وقت مجھ سے کیا کہا تھا۔۔۔؟ اس نے اپنی ناک رگڑی۔

کیا کہا تھا۔۔۔؟ اسد اس کے نزدیک آگئے۔۔۔

انہوں نے کہا تھا۔۔۔ تم میرے لیے اور میں تمہارے لیے مر چکی۔۔۔

وہ ہچکیاں لے کر رودی۔۔۔ اسد نے وقایع اس کی اشکباری کو اس کے بہناہ دکھ کا اظہار سمجھا۔

وہ خود بھی بجد سنجیدہ ہو گئے۔۔۔

ٹھیک ہے نیلو۔۔۔ تم اپنی جگہ برحق ہو۔۔۔ میں کوشش کروں گا تمہیں زندگی کی خوشیاں حقیقی انداز میں ملیں۔۔۔ بہر حال تم نے قسم کھا کر اچھا نہیں کیا کم از کم میرے ساتھ۔۔۔ انہوں نے سگریٹ کا ٹکڑا جھک کر الیش ٹرے میں مسلا۔۔۔

ماں کی خفگی یدر پانہیں ہوتی۔۔۔ بہر حال۔۔۔ لگتا ہے مجھے تقدیر خوشیاں فستوں میں دے

گی۔۔۔ انہوں نے وارڈروب سے اپنا نائیٹ ڈریس نکالا پھر اس کی طرف پلٹے۔۔۔

نیلو۔۔۔ تمہیں ان کپڑوں میں تکلیف ہو رہی ہوگی۔۔۔ یہ بھابی تمہارے لیے رکھ گئی ہیں۔

نیلو۔۔۔ میں حقیقی جذبے رکھتے ہو مصنوعی الفاظ نہیں بول سکتا۔۔۔ اس لیے میں زیادہ دیر تک

تمہیں آپ سے مخاطب نہ کر سکا۔۔۔ امید ہے خیال نہیں کروگی۔۔۔

وہ لباس تبدیل کر کے آ تو وہ بھی جرسی کپڑے سے تیار شدہ بڑی شائستہ سی نائیٹ پیہن کر جھجکتی

تب اس نے ناک آنکھ پونچھتے پونچھتے حرف حرف بتا دیا۔ بالکل سچ۔۔۔

اسد میں میں سگریٹ دبا چھکا چھک دھواں چھوڑ رہے تھے۔۔۔ جیسے گہری سوچ میں ہوں۔

سب ٹھیک ہو جا گا نیلو فر۔۔۔ فکر نہ کرو۔۔۔ میرا خیال ہے۔ میں تم سے مخاطب ہو کر غلطی نہیں کر رہا ہوں۔ آپ میں بہت فاصلے ہیں۔۔۔ جب سے افشاں بھابی نے آ کر وہ بری خبر سنائی تھی۔ بھئی میں تو زندگی ہی سے بیزار ہو چلا تھا۔۔۔

وہ اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھے۔۔۔ وہ بدک کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔۔۔ اسد نے مترد انداز میں اس شعلہ قامت کو دیکھا۔ جو اپنے سفید سفید سے بدن کو جو بلاؤز کی حدود سے باہر تھا غیر ارادی طور پر ساڑھی سے ڈھانپنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ افشاں بھابی نے زبردستی جو سرخ لپ اسٹک لگا دی تھی وہ ہونٹوں کے کناروں کو پار کر کے آس پاس کے رقبے میں پھیل چکی تھی۔ غالباً ہونٹ چبانے کی وجہ سے۔۔۔

یہ کیا ہے نیلو؟ یہ تو قسمت کی مہربانی ہے کہ تم میری ہو چکی ہے۔۔۔ اس وقت جبکہ مایوسی کے اندھیرے ہر سمت پھیل چکے تھے۔۔۔ تم بیٹھتی کیوں نہیں۔۔۔؟ انہوں نے اس کے مقابل کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔۔۔

اس نے رخ موڑ لیا۔۔۔ م۔۔۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک امی جان مجھ سے اپنی خفگ ختم نہیں کر دیں گی۔۔۔ میں زندگی کی کسی خوشی میں حصہ نہیں لوں گی۔۔۔ خاص طور پر وہ خوشیاں جو آپ کی ذات یا اس گھر سے وابستہ ہوں۔۔۔ وہ ماں کا پر جلال چہرہ تصور میں لا کر

وہ اٹھ کر اس کے نزدیک آگئے۔۔۔
 قسم تم نے کھائی ہے نیلو میں نے تو نہیں۔۔۔ ظالم۔۔۔
 وہ نیند میں ذرا کی ذرا کسمپاسی اور پھر بیخبر ہوگئی۔۔۔ اسد نے لائیٹ بجھا دی اور بددلی سے
 بستر پر آگئے۔۔۔
 اگلے روز جب کہ وہ جاگی بھی نہیں تھی گھر میں ہنگامے ابل پڑے تھے۔ تاجور اور ارجمند بھی
 آگئی تھیں۔۔۔ افشاں نے آکر اسے جگایا تھا۔
 اسے صوفے پر بیخبر سوتے دیکھ کر انہوں نے تعجب سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے بال
 بناتے اسد کو دیکھا۔۔۔ مگر کچھ بولیں نہیں۔۔۔
 نیلو۔۔۔ اٹھو چندا۔۔۔ انہوں نے پیار سے جگایا۔۔۔ اس نے نیند بھری آنکھوں سے افشاں
 کو دیکھا۔ تھوڑی دیر تک سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کہاں ہے۔ پھر سامنے نکھرے نکھرے سے اسد کو
 دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔
 اسد باہر نکل گئے۔۔۔
 میرے لاڈلے دیور نے تمہارے ساتھ یہ زیادتی کیوں کی۔۔۔؟ ان کا اشارہ اس کے صوفے
 پر سونے کی طرف تھا۔
 اس نے کچھ جواب نہ دیا۔۔۔ بس بیٹھی پلکیں جھپکاتی رہی۔
 تھوڑی دیر بعد تیار ہو کر اس کو پراہتمام ناشتے کی میز پر لایا گیا۔۔۔ اسد نے چور نظروں سے

ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی۔۔۔ زیور دراز میں ڈالے۔۔۔ ٹشو پیپر سے لپ
 اسٹک صاف کی۔۔۔ اور صوفے پر کشن سر کے نیچے رکھ کر۔۔۔ لیٹ گئی۔۔۔ نصیرہ بیگم بدستور
 اس کے اعصاب پر سوار تھیں۔۔۔
 اتنی سخت گیر ہیں امی جان۔۔۔ لیکن سب سے زیادہ وہ رعایت میرے ساتھ ہی کرتی تھیں۔
 ۔۔۔ اسے یاد تھا جب وہ بہت چھوٹی تھی۔۔۔ ارجمند اور تاجور اپنے مطالبات اس کے ذریعے
 ہی ماں تک پہنچاتی تھیں کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات نصیرہ بیگم پر ٹھنڈے چھینٹوں کا اثر
 کرتی تھی۔ صورت و عادت بھی بیحد موٹی۔۔۔ اور ہاں میں ہاں ملانے کا سادہ سا انداز جب
 سب ماں کو تنہا چھوڑ کر جا چکے تھے ایسے میں اس کی تنہا رفیق۔۔۔ ارجمند اور تاجور تو کبھی کبھی
 ماں پر اپنی جھجھلاہٹ ظاہر کر دیا کرتی تھیں۔۔۔ لیکن نیلو فر نے ان سے کبھی اختلاف نہیں کیا
 تھا۔ شاید اسی وجہ سے انہیں آج اس قدر غصہ آیا تھا۔
 وہ سچتے سوچتے جانے کب سو گئی تھی۔۔۔
 اسد نے کتاب سائیڈ ٹیبل پر ڈالتے ہو اس کی سمت دیکھا۔۔۔ ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھے وہ
 کسی ریاست کی وہ مظلوم و معصوم شہزادی لگ رہی تھی جو بد نصیبی سے دیو کی قید میں آجاتی ہے۔
 جسے دیو باہر جاتے طلسم کی مدد سے سلا جاتا ہے۔
 مبادا شہزادی نجات کی کوشش نہ کرے۔۔۔ ایسی ہی بیخبر شہزادی کا تصور اسے دیکھ کر ابھرا تھا۔۔۔

شاہانہ ایک مرتبہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔

ارے شاہانہ۔۔۔ کیا بات ہے کیا لطیفے سنا رہی ہی نیلی؟ تاجور گود میں بیٹے کو اٹھا ہو بہلاتی ہوئی اے کے قریب آگئیں۔

بس بھابی۔۔۔ کچھ مت پوچھیں۔۔۔ وہ۔۔۔ شاہانہ نے بمشکل ہنسی روکی۔۔۔

نیلو نے اس کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔

اور سناؤ۔۔۔ کیا حال ہیں بیگم اسد۔۔۔؟ تاجور شوخی سے مسکرائیں۔۔۔

وہ نظروں جھکا کر رہ گئی آپ۔۔۔ امی تو آئیں گی ناکل۔۔۔ شادی میں۔۔۔؟

شاید۔۔۔ انہوں نے کپڑے کی پیشانی سے بال سمیٹ کر غیر یقینی جواب دیا۔۔۔

پاگل ہے نیلی تو۔۔۔ کب تک ناراض رہیں گی امی جان۔ فکر نہ کر سب ٹھیک ہو جاگا۔ جب صحیح بات منہ سے نکال دیتے ہیں۔ تو پچھتاتے نہیں ہیں۔۔۔ میں تو بہت خوش ہوں۔ خواہ لوگ کچھ بھی کہتے رہیں۔۔۔ بیکار کا فضیحتہ تھا۔۔۔ امی جان کی تھانیداری دوسروں کے جذبات نہیں دیکھتی۔۔۔ ہر بات اپنی آن پر لے لیتی ہیں۔۔۔ ٹھنڈے دل سے سوچیں تو کوئی بات ہی نہیں تھی جس کے لیے کل انہوں نے یہ ڈرامہ کیا۔۔۔ میں تو کہتی ہوں اچھا ہوا۔۔۔

نیلو فر کوتا جوڑ کے سکون و اطمینان پر رشک سا آیا۔ جب کہ وہ بہت بچپن تھی۔

آج شاہانہ کی مہندی تھی۔۔۔ جس میں شرکت کے لیے وہ تڑپ رہی تھی۔۔۔ سہ پہر کو افشاں بھابی آگئیں۔۔۔ اور کہنے لگیں۔

اسے دیکھا پھر بینیازی سے ناشتے میں مصروف ہو گئے۔

ناشتے کے بعد تاجور اسے اپنے ہاں لے آئیں۔۔۔ شاہانہ جو مایوں بیٹھی ہوئی تھی اسے دیکھ کر کھڑی ہوگئی اور بیساختہ اس سے لپٹ گئی۔۔۔

بدتمیز۔۔۔ ایسی جلدی دکھائی۔۔۔ ذرا صبر نہ ہو سکا۔۔۔ اس نے سوگوشی کی۔۔۔ وہ مسکرا دی۔۔۔ نمبر بنانا جاہ رہی ہوگی کہ شاہانہ سے سینیر ہو جاؤں۔۔۔ اس نے پھر اس کے کان میں کہا،

وہ بیٹھی ہاتھ مسلتی رہی۔۔۔ پیازی ساڑھی میں پیناہ سادگی کے ساتھ وہ قطعی دلہن نہ لگ رہی تھی۔۔۔ دونوں بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔۔۔

یہ تو بتا۔۔۔ کیا پایا۔۔۔؟ شاہانہ نے اس کے سر اُپے پر کھوجتی نظر ڈالی۔۔۔

ہلال جرات۔۔۔ وہ پھیکسی سی ہنسی ہنس کر بولی۔۔۔ اور پرس مین سے ٹیکہ نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔۔۔

شاہانہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگئی۔۔۔

ارے بڑے قدر دان ہیں یہ اسد بھائی۔۔۔ اس نے ٹیکہ اٹھا کر دلچسپی سے دیکھا۔۔۔

اور یہ بتا۔۔۔ انہوں نے پوچھا تو ہوگا اس ایمر جنسی پر۔۔۔؟

ہوں پوچھا تو تھا۔۔۔ ویسے بھابی انہیں بتا چکی تھیں۔ تب ہی تو یہ ہلال جرات۔۔۔ اس نے منہ موڑ کر مسکراہٹ جھپائی۔

کہیں جا کر مغرب کے بعد آنکھ کھلی۔۔۔ باہر سے ڈھولک گیتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔۔۔ شاہانہ بھی کمرے میں نہیں تھی۔ اس نے اٹھ کر غسل کیا اور شاہانہ کا سوتی پہن کر باہر آگئی۔

ابھی بال سکھا ہی رہی تھی کہ تاجور آگئیں۔۔۔

ارے۔۔۔ تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں دو لہا والے آتے ہی ہوں گے۔۔۔ چلو شاہانہ تیار ہو جاؤ۔ وہ عجلت میں پھر باہر چلی گئیں۔۔۔

اس نے دیکھا۔۔۔ شاہانہ نے اس ک ہر چیز تیار کر کیر کھ دی تھی۔۔۔ اسے شاہانہ پر ٹوٹ کر پیار آ گیا۔۔۔ کس قدر چاہتی ہے۔ شاہانہ مجھے۔۔۔ اس کی چاہت نے تو آج مجھے یہ دن دکھا۔ وہ مسکرا دی۔۔۔ بڑے پھیکے سے انداز میں۔۔۔

وہ تیار ہو رہی تھی کہ تاجور اپنا ایک سیٹ لیے آگئیں۔

لو یہ پہن لو۔۔۔ ہلکا سا ہے اچھا لگے گا اس سوٹ پر۔۔۔ اور یہ لفافے میں موتیے اور گلاب کی کلیوں کا گجر ہے۔ ضرور لگا لینا۔

پھر جاتے جاتے پلٹ آئیں۔ میرا خیال ہے ولیمہ یہ لوگ کچھ دن بعد کریں گے۔ کیوں؟

مجھے تو کچھ پتا نہیں۔۔۔ اس نے گم صم سے انداز میں زیور کا ڈبہ کھولتے ہو جواب دیا۔

نازک سا گلوبند اور چاند بالیاں تھیں۔ اس نے زیور پہن کر بائیں جانب بالوں میں کلیوں کا گجر اٹکا لیا۔ اسی وقت دروازہ دھڑ سے کھلا۔

ذرا نیلوفر کو بازار لے کر جا رہی ہوں۔ مہندی شادی ولیمہ کے لیے کچھ کپڑے خریدنے ہیں اور ضروری چیزیں۔۔۔ اور جو جوڑے خالہ جان نے دیے ہیں درزی کو دے آئیں چلو نیلو۔۔۔ شاہانہ اٹھو ورنہ دیر ہو جاگی۔۔۔

وہ تاجور کی کریم کلر کی چادر لپیٹ کر باہر آئی تو ڈرائیونگ سیٹ پر چاند میاں بیٹھے تھے۔۔۔ نیلو کو دیکھ کر شوخی سے مسکرا۔ وہ بھی جھینپ کر مسکرا دی۔

لگتا ہے۔۔۔ اسد بھائی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوا۔ بڑے بچھے بچھے سے ہیں۔ جب ہی تو خود آنے کے بجائے بھیج دیا۔۔۔ میں نے کہا ٹھیک ہے مجرم ہیں۔۔۔ پورا پورا تاوان ادا کریں گے۔۔۔

چپ کر شریر۔۔۔ وہ کیوں بچھا بچھا ہوگا۔۔۔ یہ بھی خوشی چھپانے کا انداز ہے۔۔۔

انہوں نے دروازہ کھول کر نیلوفر کو بٹھایا پھر خود بھی اس کے برابر میں بیٹھ گئیں۔

سب سے پہلے فارٹوڈے بوتیک پر گاڑی رکوائی۔ اور ایک مہندی کلر کا خوبصورت کرتے پائے جاملے کا سوٹ لیا۔ سلک کا چم چم کرتا پائجامہ اور مہندی رنگ اور سہنری رنگ کی آمیزش سبب جالی کا کرتا۔۔۔ جس پر خوبصورت ٹشو کا دوپٹہ اپنی علیحدہ بہار دکھارہا تھا۔

کپروں کے بعد ہمرنگ چیزوں کا انتخاب شروع ہوا۔ وہ واپس اسے تاجور کے ہاں چھوڑ گئیں۔۔۔ اس سلسلے میں تاجور نے انہیں پہلے ہی تاکید کر دی تھی۔

وہ تھک کر چور چور ہو رہی تھی آتے ہی شاہانہ کے کمرے میں پڑ کر سو گئی۔

ارے بھابی، زینب کھانا کھلاتی ہے اسد بھائی کو۔ عمرانہ نے شرارت سے بات پکڑی۔
چپ بدتمیز۔۔۔ لے آئی ہوں میں اپنے دیور کے لیے کھانا کھلانے والی۔ آج کی بات ہے
بس۔
انہوں نے مسکرا کر نیلو فر کو دیکھا۔ اتنی ساری نظریں مع اسد کی نظروں کے خود پرنگی دیکھ کر وہ
نروس سی ہو گئی۔

بھابی وہ سعدیہ ہے نامیری دوست کہہ رہی تھی کہ تم لوگ کل کہاں چلے گئے تھے۔ میں نے کہا۔
۔۔ کہ ہماری کزن ضد کر کے بیٹھی تھیں کہ پہلے میں۔ اس لیے پہلے انہیں فارغ کرنے گئے
تھے۔

فلک شکاف قہقہے بلند ہو۔ نیلو فر کو اپنی توہین محسوس ہوئی۔

اس نے اسد کی سمت دیکھا جو سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہو برابر اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے
متوجہ دیکھ کر نظریں چرا گئے۔۔

اسی وقت دولہا والوں کی آمد کا غلغلہ اٹھا، اسد واپس گھر چلے گئے۔۔

رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے جب وہ دولہا والوں کے ہاں مہندی لے جانے کے لیے سب
کے ہمراہ باہر نکلی تو عمرانہ نے شرارت سے ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے دھکیل دیا۔

اندر اسٹیئرنگ پر بازو جما اسد بیٹھے تھے۔ خوشبوؤں میں بسی نیلو فر کو دیکھ کر انہوں نے اس کے
کان میں سرگوشی کی۔

ماشائاً اللہ چشم بد دور۔ افشاں وہیں کھڑے کھڑے مہوت سی ہو کر بولیں۔
یہ چوڑیاں تو گاڑی میں ہی رہ گئی تھیں نیلو۔۔۔ آؤ ڈرائیونگ روم میں چلتے ہیں۔ وہیں پہنادوں
گی۔ وہاں ایئر کنڈیشنر آن ہے۔ ادھر تو جس ساہورہ ہے۔ وہ اسے لیے ہو ڈرائیونگ روم میں
چلی آئیں اور ایک صوفے پر ساتھ بٹھا کر بڑی مہارت سے اس کی کلائی میں چوڑیاں ڈالنے
لگیں۔

بھابی یہ اسد بھائی آ گئے۔۔ شاہانہ سے چھوٹی عرفانہ نے ہانک لگائی۔ نیلو نے سراٹھا کر
دروازے کی سمت دیکھا آف وہاٹ بوسکی کے کرتے اور سفید تنگ پائنجامے میں اسد کھوکھو
سے بہت اچھے لگے۔

بھابی نے ایک نظر دیکھ کر دوبارہ اپنی توجہ چوڑیوں پر مرکوز کر لی۔

اچھا ہوا اسد تم آ گئے۔۔ میں چاند میاں سے کہہ کر آئی تھی۔۔۔ بات یہ ہے کہ لڑکیاں زیادہ
ہیں ادھر اور سواریاں کم۔۔۔ چاند میاں تو بچا میاں (تاجور کے سسر) کی گاڑی ہانگیں گے۔

وہ رک کر ہنسیں اور بڑی احتیاط سے چوڑیاں کلائی کی طرف دھکیلیں۔

تم اپنی گاڑی لے آنا۔۔۔ ٹھیک۔۔۔؟ بھائی میاں تو تمہارے کسی دوست کے ہاں گئے ہو
ہیں۔ سو مت جانا۔۔۔

انہوں نے اسکے دوسرے ہاتھ میں چوڑیاں چڑھانا شروع کر دیں۔

اور ہاں۔۔۔ زینب سے کہہ دینا کھانا کھلا دے گی تمہیں۔

کوئی مہینہ تا جگر کے ہاں گزارا کوئی ارجمند کے ہاں، وقت کا پتا ہی نہ چلا۔۔۔
ایک روز تا جگر نے بتایا تھا کہ اسد امی جان کے پاس اکثر جاتے رہتے ہیں۔ اسے بہت خوشی
سی ہوئی تھی۔۔۔

اس نے جھجکتے ہو اسی رات تصدیق چاہی تو انہوں نے اس کی جار ب نظریں اٹھا بغیر جواب دیا
تھا۔

بھئی۔۔۔ میری تو وہ ساس ہیں۔۔۔ اور میری کسی حرکت کی وجہ سے ناراض بھی نہیں ہیں۔ خفگی
ان کی تم سے ہے مجھ سے تو نہیں میری تو وہ اتنی ہی عزت افزائی کرتی ہیں جتنی دوسرے دامادوں
کی کرتی ہوں گی۔۔۔

آپ نے مجھ سے کیوں چھپائی یہ بات۔۔۔؟ وہ شکوہ کناں ہوئی۔۔۔

یہ سوچ کر کہ تم زیادہ بچپن ہو جاؤ گی۔۔۔

آپ نے ان سے کہا نہیں کہ۔۔۔ اس کی آواز پر آنسو غالب آ گئے۔۔۔

اسد کو واقعی اس پر ترس سا آ گیا۔۔۔ ان کا جی چاہا وہ اسے قالین سے اٹھا کر اپنے دل میں
چھپالیں۔ لیکن وہ ان کی ہوتے ہو بھی ان سے بہت دور تھی۔۔۔ کسی احمقانہ سی قسم کے شکنجے میں
کسی ہوئی۔۔۔

کتنا سمجھایا تھا کہ ان قسموں کی کوئی ویلیو نہیں ہوتی۔ مت کرو یہ ظلم۔ جو دوسروں کو ناحق تنگ
کرتے ہیں خدا انہیں معاف نہیں کرتا۔ ایک محبت کا دروازہ خود بخود بند ہوا۔ دوسرے پر تم نے

کسی کی قوت برداشت کو آزمانا سخت گناہ ہے۔ میں تمام رات جاگ کر دعا کروں گا کہ خالہ
جان کل شادی میں آجائیں اور خفگی ختم کر دیں۔ تاکہ۔۔۔ انہوں نے جھک کر سگریٹ سلگایا۔
اتنی سگریٹ پیتے ہیں۔ نقصان دیتی ہے۔ اس کے منہ سے نکل گیا۔

مثلاً۔۔۔؟ انہوں نے سارا دھواں اس پر چھوڑ دیا۔

حون ہی جلاتی ہوگی۔۔۔ اسنے دھوئیں کو ہاتھ سے ہٹانا چاہا۔

تمہارا نام تو سگریٹ نہیں۔ یہ کام تو تم بھی کرتی ہو۔ وہ مسکرا۔

وہ لا جواب سی ہو کر باہر دیکھنے لگی۔



سات ماہ گزر گئے۔۔۔ پتا بھی نہ چلا۔ رمضان کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔

نصیرہ بیگم شاہانہ کی شادی میں شریک نہ ہوئی تھیں بلکہ اپنے بھائی کے ہاں نواب شاہ چلی گئی
تھیں۔

تاجور اور ارجمند نے کس قدر کوششیں کی تھیں انہیں منانے کی بالکل پتھر ہو گئی تھیں۔۔۔ افشائ
جانتی تھیں کہ وہ ماں کی وجہ سے کس قدر پریشان رہتی ہے۔۔۔ اس لیے کبھی تاجور کے ہاں بھیج
دیتی تھیں کبھی ارجمند کے ہاں۔۔۔

سچ نیلو۔۔۔ میں نے بہت بہانوں سے یہ بات ان تک پہنچائی۔۔۔
 ایک روز کہنے لگیں۔ اسد میاں اگر دامادوں کی بیٹیوں کی طرح بلکہ بیٹیوں سے زیادہ عزت کرنا
 ہمارے خاندان کی روایت نہ ہوتی تو وہ پہلی مرتبہ ہی مجھے دروازے سے واپس کر دیتیں۔۔۔
 میں اتنی جلدی جلدی اگر جاتا ہوں تو تمہاری وجہ ہی سے جاتا ہوں۔
 ایک روز کہنے لگیں۔۔۔ خاندان بھر کے کم ذاتوں کی طرح تھالی کا بیٹنگن ہو چکا ہے۔ لیکن میں
 اپنے اصول و روایات نہیں چھوڑ سکتی۔ ارے میرے فیصلے کے خلاف تو کبھی میرے شوہر بھی نہ
 بولے اور وہ کل کی لڑکی۔۔۔

وہ نہیں مانیں گے چاہے میں مر ہی کیوں نہ جاؤں۔ وہ روتی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی۔۔۔
 اسد نے اس کا دکھ اپنے دل میں محسوس کیا تھا۔۔۔) میں بیحد کوشش کر رہا ہوں نیلو)
 چاند رات کو وہ بھابی۔۔۔ بھائی میاں۔۔۔ چاند واسد کے ہمراہ خوش نظر آنے کی کوشش کر رہی
 تھی لیکن اندر دل رورہا تھا۔
 تھوڑی دیر کے تاج کے ہاں بھی ہو آئی کہ بہن کی۔۔۔ صورت دیکھ کر ہی کچھ سکون ملے گا لیکن
 وہاں بھی دل نہ لگا۔۔۔ جلد ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

کہاں۔۔۔؟ تاج نے حیرانی سے دیکھا۔
 بس آپ۔۔۔ گھر چلتی ہوں۔۔۔ چاند میاں سے کہیے۔۔۔ چلیں۔۔۔ بغل میں ہی بہن کا گھر
 تھا مگر وہ وہاں بھی کبھی تنہا نہیں آئی تھی۔۔۔۔۔ کہ ماں کے سامنے تو امیج بگڑ چکا ہے کم از کم

خود قفل چڑھا دیے۔
 کیا آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔۔۔؟
 شاید۔۔۔ انہوں نے کتاب چہرے کے سامنے کر لی۔
 بات سنیں۔ وہ مزید پریشان ہو گئی۔
 سناؤ۔۔۔
 آپ امی جان سے کہیے نا کہ میں ہر وقت روتی رہتی ہوں آپ کی بات شاید اثر کر جان پر۔۔۔
 ارجمند اپنا اور تاج آپ نے تو بہت کہا۔

پھر۔۔۔؟
 پھر کیا۔ وہ کہتی ہیں جس دن میں نے دہلیز پر قدم رکھا۔ اس کی آواز بھرا گئی۔
 میرے ایک جملے کی اتنی بڑی سزا۔ اس نے اشک پونچھے۔
 وہ جملہ نہیں تھا علم بغاوت تھا۔ یعنی عید کے جوڑے کی اہمیت سے انکار کر کے تم نے ان کی بات
 کو بی وقعت ثابت کیا تھا۔۔۔
 اور جس کے لئے کیا تھا وہ۔۔۔
 وہ ہلال جرات دے چکے ہیں۔ اسد نے بات کاٹ کر اس کے پریشان چہرے کی طرف مسکرا
 کر دیکھا۔
 آپ کو تو ہر وقت مذاق ہی سو جھتا ہے۔ اگر آپ چاہتے تو۔۔۔

بھابی ہم ذرا باز ارتک جا رہے ہیں۔ اسد نے ریسٹ واپس کلائی پر باندھتے ہو بتایا۔
 ہاں بھئی ضرور جاؤ۔۔۔
 اسد اسے لیے ہونزدیکی شاپنگ سینٹر چلے آئے۔۔۔ یہ روشنیاں۔۔۔ وجہہ جیون ساتھی کی
 رفاقت۔۔۔ کوئی شے اس کا دل نہ بہلا پائی۔۔۔
 ایک گھنٹے بعد وہ واپس ہو رہے تھے۔۔۔ اسد غیر معمولی طور پر خاموش سے تھے۔
 خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتے رہے۔ گاڑی دھچکے سے رکی تو وہ چونکی۔ کار اس کے میسکے کی
 ڈیوڑھی سے لگی ہوئی تھی۔
 اتر و اسد نے اتر کر اسے بھی باہر آنے کو کہا۔
 اسد۔۔۔ اس کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ بھئی میں امی جان کو ان کا احسان
 واپس کرنے آیا ہوں۔ وہ چیز جو نہ میری ہے نہ ان کی۔ یہ ادھورا سا روگ انہی کو مبارک۔۔۔
 وہ کھڑے ہو سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔
 اتر و بھئی۔۔۔ وہ لرزتی ہوئی اتر آئی۔
 چلو۔
 م۔۔۔ میں نہیں جاؤں گی۔ وہ کچھ کر بیٹھیں گی۔۔۔ آپ دیکھ لیجیے گا۔
 مجھے نہیں معلوم۔ جب ماں کا دل اتنا سخت ہو سکتا ہے تو میں کس طرح قابل بھروسہ ہو سکتا ہوں۔
 ۔۔۔ وہ تمہارے خون میں جذب ہیں اور اتنی بینیا ز ہیں۔ پھر میرے تمہارے درمیان تو محض

سسرال میں تو بنا رہے۔۔۔۔۔
 گھر آئی تو بھابی کے ساتھ کام میں مگن ہو گئی۔ لیکن دل بہت بچپن تھا۔۔۔
 اسد با تھر روم میں تولیہ لٹکانے آ تو وہ دیوار سے ٹکی آنسو بہا رہی تھی۔
 نیلو۔۔۔
 جی۔۔۔؟ وہ بوکھلا سی گئی۔ کیوں اس قدر پریشان ہوتی ہو سب ٹھیک ہو جا گا۔۔۔ وہ رخ
 موڑے اشک پونچھتی رہی۔۔۔
 چلو تیار ہو جاؤ۔۔۔ بازار چلتے ہیں۔۔۔ چلو۔۔۔ شاپاش۔۔۔ بھئی۔۔۔ بات ماننی ہوگی۔۔۔
 ۔۔۔
 وہ تیار ہونے لگی۔۔۔
 ارے نیلو کہاں ہو بھئی۔۔۔ تمہارے بھائی میاں بازار سے آ گئے ہیں۔۔۔ عید مبارک۔۔۔ لو
 اور دو۔۔۔ افشاں بھابی اسے پکارتی ہوئی چلی آئیں۔۔۔
 وہ سر پر آنچل ڈال کر جیٹھ کے سامنے چلی آئی۔۔۔
 اداب بھائی میاں۔۔۔ عید مبارک۔۔۔
 عید مبارک بھئی۔۔۔ خوش رہو۔۔۔ انہوں نے سرخ نوٹ بطور عیدی اس کے ہاتھ میں
 تھما دیا۔
 اسی وقت اسد آ گئے۔۔۔

میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں نیلی۔ میری ہاں بھی ایک مرتبہ۔۔۔ ہوتی ہے اور ناہمی۔
ان کے انداز میں بیسی تھی۔۔۔ حالانکہ اس کی وجہ سے بہت دکھ بھی اٹھائیں نے۔۔۔ اسد
میاں بہت اچھے ہیں نیلی۔۔۔ اب میں خوش ہوں کہ تو نے ایک جملے کے عوض، اتنا اچھا داماد
دیا۔

پھر آپ نے مجھے معاف کیوں نہیں کیا تھا۔۔۔؟

تو آئی تھی معافی مانگنے۔۔۔؟

آپ ہی تو سب سے کہتی تھیں کہ۔۔۔

کہتی تھی ناں۔ ایک بات کہنے کی عادت جو ہے۔ تو آ کر تو دیکھتی۔۔۔ جیسے آج آئی ہے۔

میں ڈر کے مارے اج بھی نہ آتی۔ یہ تو۔۔۔ اس نے اسد کی سمت دیکھا۔

اسد میاں۔۔۔

جی خالہ جان۔۔۔

دیکھو بیٹا۔۔۔ آج تو تم نے اس کو سخت دل ماں کا طعنہ دیا۔ آج کے بعد۔۔۔

تو گویا آپ نے سن لیا۔۔۔ وہ بناوٹی شرمندگی سے بولے۔۔۔ حالانکہ وہ انہیں کھڑکی میں

کھڑا دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے انہیں صبح ہی اطلاع کر دی تھی کہ وہ رات تک آئیں گے۔

میں شرمندہ ہوں۔ وہ بناوٹ سیبوں لے اور باہر چلے گئے۔۔۔ پھر ایک بھاری سا پیکٹ لے کر

اندر آ۔

زبانی و کاغذی رشتہ ہے۔ چلو آؤ بھنگی۔

اسد کا لہجہ ہر تاثر سے عاری تھا۔۔۔ اس اچانک افتاد نے تو رہی سہی تو انائی تھی چھین لی تھی وہ
بمشکل اتر آئی۔

اسد نے دستک دی۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے ڈھانچھی نصیرہ بیگم کھڑی تھیں۔

اسد نے سلام کیا۔ جواب میں انہوں نے دعائیہ کلمات کہے اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ کار سے نکلی
لرز رہی تھی۔

دونوں اندر چلے گئے تو اس نے قدم اٹھا۔

نصیرہ بیگم اسے دیکھ کر ذرا نہ چونکیں۔ تب وہ دیوانہ وار بھاگ کر ان سے لپٹ گئی ارٹڑپ ترپ
کر رو دی۔ وہ چند لمحے تو ساکت کھڑی رہیں پھر ضبط نہ کر سکیں۔۔۔ اسے اپنے بازوؤں میں
جکڑ لیا۔۔۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

اولاد کو ماں باپ کی کمزوری کا پتا ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات بہت ستاتی ہے۔

امی مجھے پتا ہوتا کہ میری وہ بات اتنی بڑی قیامت لے آئے گی۔ مجھے معاف کر دیں۔۔۔

امی۔۔۔ رورو کر میری آنکھیں خشک ہو گئیں۔۔۔ آپ کو رحم نہ آیا۔ وہ بلک بلک کر رو رہی
تھی۔

کیوں نہیں آیا۔ بہت آیا۔ اسد میاں آتے رہتے ہیں سب کچھ بتا دیتے تھے۔

مجھے تو بیڑیاں ٹوٹنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ اسد نے کرسی کی پشت سے ٹک کر شرارت سے کہا تھا۔

اختتام-----The End

نصیرہ بیگم مٹھائی لینے باورچی خانے میں چلی گئی تھیں۔ واپس آ کر تعجب سے پوچھا۔
یہ کیا ہے؟

عید کا جوڑا۔۔۔ وہ اطمینان سے بولے۔

عید کا جوڑا۔ اے ہے۔ مگر کس کا؟ وہ متعجب ہوئیں۔

آپ کا۔

ہائیں۔ تم کس رشتے سے مجھے عید کا جوڑا دے رہے ہو۔

بیٹے کے رشتے سے۔۔ اور مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ وہ قطعیت سے بولے۔

عید کے جوڑے کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔

طعنہ دے رہے ہو۔۔؟ وہ رنجیدہ ہو گئیں۔

خدا خواستہ خالہ جان۔۔۔ وہ گھبرا گئے۔۔ یہ تو میری خوشی ہے۔ یہی جوڑا پہن کر آپ ہماری

دعوت ولیمہ میں شرکت کریں گے۔

دعوت ولیمہ۔۔۔ وہ حیران ہوئیں۔

جی خالہ جان۔۔۔ انہوں نے بھی ایک قسم کھائی تھی اور میں نے بھی کہ ساس کے بغیر ولیمہ نہیں

کروں گا۔ باہر سے ڈھول ڈھماکوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ نیلو نے جلدی سے گھبرا کر بات

پلٹی۔

یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں۔۔۔؟